مسئلہ افراط زر اور اسلام کا نظریہ استحکام قدر زر

شاہ محی الدین ہاشمی

افراط زر:

کاغذی زر کی دریافت معیشت کے میدان میں ایک اہم ترین واقعہ ہے' جس سے دنیائے معیشت میں بہت بڑے انقلابات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ اس سے جہاں بڑے بڑے مسائل سلجھے وہاں یہ کئی سنجیدہ مسائل اور پیچیدگیوں کا باعث بھی بنا۔ کاغذی زر کے پیدا کردہ مسائل میں افراط زر (Inflation) کا مسئلہ سر فہرست ہے۔

افراط زر اس وقت وجود میں آتا ہے جب ملک میں اشیاء اور خدمات کی رفتار طلب' مجموعی پیداوار (Output) کی رفتار (رفتار رسد) سے زیادہ ہو جائے۔ ہر دو کے اضافے کی شرح میں باہمی اختلاف یا تو مخصوص زری نظام کا مظہر ہوتا ہے' مثلاً یہ کہ زر کی رسد میں خاصا اضافہ ہو جائے ' یا اس کی وجوہ حقیقی نوعیت کی ہوتی ہیں مثلاً ایسے عوامل جو پیداواری اضافے میں رکاوٹ پیدا کر دیں یا اس کی طلب میں اضافہ کر دیں مثلاً قحط' فیکٹری مزدوروں کی ہڑتال وغیرہ۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اگر عمومی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ زر کاغذی کی قوت خرید میں' اس کی تخلیق کے بعد سے' مسلسل کمی کا رجحان چلا آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر بڑی جنگ ' نیز حکومتوں کی فطری معاشی نظام میں مداخلت وغیرہ افراط زر کے تسرع ☆ (Acceleration) کا موجب بنتے رہے ہیں۔

حقیقی زر کے برعکس چونکہ زر کاغذی کی تخلیق کوئی مشکل بات نہیں اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی قدر (Value) میں استقلال رہے اور اس کی قوت خرید

☆ تیز رفتاری

(Purchasing Power) میں کمی بیشی نہ ہو۔

آج کے دور میں زر کاغذی کی قدر میں بے اعتمادی عروج پر ہے جس کی بنا پر ماہرین معیشت اسے انتہائی اہم مسئلہ سمجھنے لگے ہیں۔ ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۹ء کا اشاریہ قیمت صارف [۱] (Consumer Price Index) ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جو پچاس ممالک کے تجزیے پر مشتمل ہے۔ اس اشارے سے یہ بات واضح ہو گی کہ کاغذی زر کی قدر میں سالانہ کس شرح سے کمی واقع ہو رہی ہے۔

سال	اشاریہ	فیصد تبدیلی
۱۹۶۵	۹۴.۵	۱.۹
۱۹۶۶	۹۷.۲	۳.۴
۱۹۶۷	۱۰۰.۰	۳.۰۰
۱۹۶۸	۱۰۴.۲	۴.۷
۱۹۶۹	۱۰۹.۸	۶.۱
۱۹۷۰	۱۱۶.۳	۵.۵
۱۹۷۱	۱۲۱.۳	۳.۴
۱۹۷۲	۱۲۵.۳	۳.۴
۱۹۷۳	۱۳۳.۱	۸.۸
۱۹۷۴	۱۴۷.۷	۱۲.۲
۱۹۷۵	۱۶۱.۲	۷.۰
۱۹۷۶	۱۷۰.۵	۴.۸
۱۹۷۷	۱۸۱.۵	۶.۸
۱۹۷۸	۱۹۵.۴	۹.۰
۱۹۷۹	۲۱۷.۴	۱۳.۳

پچاس ممالک کے اس مجموعی اشاریے میں کئی ممالک ایسے ہیں جن میں یہ شرح ۶ سے

۱۲ فیصد رہی۔ ارجنٹینا میں ۶۶ فیصد سے زیادہ اور ترکی اور اسرائیل میں تیس فیصد سے زیادہ تھی (۲)

بعض اوقات افراط زر انتہائی شکل اختیار کر جاتا ہے جو "Hyperinflation" کے نام سے موسوم ہے۔ اس صورت میں قیمتوں کی سطح انتہائی تیزی سے بلند ہو جاتی ہے۔ (مثلاً ۲۰/۱۰ فیصد ماہانہ یا اس سے زیادہ) جنگوں اور انقلاب کے زمانہ میں عام طور پر ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے ۔ اس شکل کی کلاسیکی مثالوں میں جرمنی کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جہاں پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر اشیاء کی قیمتیں ۳۰۰ فیصد ماہانہ کی شرح سے بھی زیادہ بڑھ گئیں ۔ یہی حال ہنگری میں دوسری جنگ عظیم کے بعد ہوا جب قیمتوں میں اضافے کی شرح دو ہزار فیصد ماہانہ سے بھی زیادہ ہو گئی (۳) ۔

افراط زر کی یہ تباہ کن صورت ہر قسم کے مؤجل ☆ زری لین دین پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے ۔ ایسی صورت حال میں چونکہ کرنسی روز بروز اپنی وقعت کھو رہی ہوتی ہے اس لئے ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جس قدر ہو سکے جلد اسے خرچ کر دے ۔ یہ رجحان زر کی ایسی برق رفتار گردش کا باعث بنتا ہے جو افراط زر کی شرح میں مزید اضافے کا سبب بنتا ہے۔

افراط زر ایسی چیز ہے جس سے حکومت اور کئی دیگر بااثر اداروں کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں اس بنا پر آج ماہرین معیشت اسے ایک ناگزیر ضرورت اور ایک ناقابل علاج علت سمجھنے لگے ہیں۔

افراط زر سے پیش آمدہ مسائل:

افراط زر کے اثرات اور مفاسد ☆☆ کا دائرہ بہت وسیع ہے جو معاملات قرض کے علاوہ تمام مؤجل (Deffered) حقوق و التزامات پر محیط ہے ۔ علاوہ ازیں افراط زر کئی اجتماعی معاشی مفادات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ افراط زر سے پیش آمدہ مسائل مختصراً حسب ذیل ہیں۔

افراط زر کی وجہ سے طویل میعادی مالی معاہدوں پر بالخصوص زد پڑتی ہے۔ چونکہ مستقبل بعید میں افراط زر کی شرح کا کچھ بھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے بالعموم لمبی مدت پر محیط کئی

☆ طویل میعادی ☆☆ برائیاں

مختلف النوع منصوبے باوجود اپنی افادی وقعت کے رو بعمل نہیں آ سکتے۔

افراط زر سے بچتیں شدید متاثر ہوتی ہیں ۔ خاص طور پر ایسے افراد کی بچتوں پر اس کے سخت تکلیف دہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو بڑھاپے ' ممکنہ بیماری ' ممکنہ بے روزگاری ' بچوں کی تعلیم وشادی یا مکان وغیرہ کی تعمیر کے لئے کی جاتی ہیں۔

افراط زر کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس کے اثرات سے سرمائے کو محفوظ رکھنے کے لئے بچت کنندگان اپنے سرمائے کو املاک ' قیمتی اجناس اور اس طرح کے دیگر غیر پیداواری اثاثوں کی شکل میں رکھنے کو قرین مصلحت سمجھنے لگتے ہیں ' جس سے معاشی سرگرمیوں پر نہایت منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مقررہ آمدنی والے لوگ اور معاشرے کا متوسط طبقہ افراط زر سے زیادہ متاثر ہوتا ہے کیونکہ اس کی زد اولاً اسی طبقے پر پڑتی ہے۔ اس سے ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں طبقاتی تقسیم کی بنیادیں روز بروز مستحکم ہوتی ہیں ۔ کم اور معینہ آمدنی والا طبقہ مسلسل بدحالی کا شکار ہوتا ہے جب کہ سرمایہ دار طبقے کے پاس ایسے تمام وسائل موجود ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ افراط زر کے نقصانات سے اپنے کو محفوظ (Inflation Proof) بنا لیتا ہے۔

آجر اور اجیر کے مابین اجرت کا تعین مستقبل کے متوقع افراط زر کے اندازے سے وابستہ ہوتا ہے ۔ اب اس میں ناانصافی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ چونکہ آجرین اور حکومت مستقبل کے افراط زر کا اندازہ اپنی بہتر معلومات کی بدولت ' فریق مقابل کی نسبت زیادہ صحیح انداز میں کر سکتے ہیں اس لئے سرکاری ملازمین اور عام اجیر ' اجرتوں کے معاملے میں بالعموم ناانصافی اور استحصال کا شکار بن جاتے ہیں۔

اسلام کا نظریہ استحکام قدر زر:

اسلام اجتماعیت اور معاشرت کا داعی دین ہے۔ وہ افراد کے افراد اور مملکت کے ساتھ تعلقات کی تنظیم کرتا ہے اور ان کے باہمی معاملات کو محکم و منضبط کرتا ہے۔ اب چونکہ معاشرتی روابط کا مبنیٰ عام طور پر معیشت و اقتصاد کے امور بنتے ہیں اس لئے شریعت نے ایک ایسا کامل اور فقید المثال نظام معیشت پیش کیا ہے جو ان تعلقات کی استواری کی راہ ہموار کرتا ہے۔ نیز ان

امور کی مکمل طور پر بیخ کنی بھی کرتا ہے جو ایک صالح معاشرتی اور اجتماعی نظام میں رخنہ ڈالنے کا باعث بنتے ہیں ۔ شریعت نے اسی بنا پر ربٰو کو حرام قرار دیا ہے، جوئے کی ممانعت کی ہے اور ظلم سے کسی کا مال ہتھیانے اور محکوم و مجبور لوگوں کے معاشی استحصال سے سختی سے روکا ہے۔

کسی بھی معاشی نظام میں زر ایک ایسی شے ہے جو لوگوں کے معاملات کو منضبط کرتی ہے۔ بائع و مشتری، آجر و اجیر اور کئی دیگر متعاقدین ☆ کے مابین تعلق کا مدار یہی زر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر شریعت کی رو سے یہ لازم ہے کہ معاملات میں صحت اور عدل کو قائم رکھنے اور ظلم ونزاع کے عوامل کو دور رکھنے کے لئے اشیاء کی قیمت کا مقیاس اور معیار (زر) ایسا ہو جس میں ثبات و قرار ہو یعنی وہ معقول حد تک مستحکم مالیت کا حامل ہو۔ ابن قیم کہتے ہیں:

"زر ایک ایسا معیار ہے جس سے اموال کی تقسیم ہوتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس کی قدر میں ثبات ہو ۔ کیونکہ اگر عام اشیاء کی طرح زر کی قدر بھی متغیر ہوتی رہے تو لوگوں کے معاملات اور عقود فساد کا شکار ہو جائیں گے ۔ آج کل یہ چیز عام دیکھنے میں آئی ہے کہ فلوس ☆☆ کے قدری تغیرات کی بنا پر لوگ معاملات کے فساد اور شدید ضرر کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر زر کی قدر میں استحکام پیدا کیا جائے تو اس میں لوگوں کا بہت بھلا ہوگا" (۴) ۔

علماء اسلام نے نقود اور اس کے متعلقات کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع کو اپنی علمی کاوشوں میں خاص مقام دیا اور اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ مسلم علماء کا ہمیشہ سے یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ نقود کے اجراء کا اختیار حکومت کے پاس رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر یہ اختیار ہر کس و ناکس کو مل جائے تو بڑے خطرناک حالات پیدا ہو جائیں گے ۔ نیز حکومت اس چیز کی ذمہ دار ہے کہ وہ زر کی قدر کو تغیرات سے محفوظ رکھنے کا انتظام کرے ۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"ینبغی للسلطان ان یضرب لهم فلوسا تکون بقیمة العدل فی معاملاتهم من غیر ظلم لهم ولایتجر ذوالسلطان فی الفلوس اصلا" (۵) ۔

(حاکم کو چاہئے کہ وہ ایسی کرنسی کا اجراء کرے جو لوگوں کے معاملات میں موجب عدل ہو اور ظلم کا کوئی پہلو اس میں نہ ہو۔ حاکم کے لئے یہ بات قطعاً ناروا ہے کہ وہ کرنسی کو ذریعہ آمدن بنائے۔

☆ فریقین معاہدہ ☆☆ تانبے سے بنی ہوئی ایک امدادی کرنسی جو اس زمانے میں قانونی زر کے طور پر رائج تھی۔

چونکہ زر اشیاء کے لئے بطور معیار قدر مستعمل ہے' اس بنا پر قرآن حکیم میں اس امر کی ممانعت کی گئی ہے کہ نقود میں کھوٹ ملائی جائے کیونکہ یہ عمل سنگین مسائل اور مضرتوں کا موجب بنتا ہے۔

قرآنی آیت "ولاتبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (۶) نیز ارشاد خداوندی بزبان حضرت شعیب علیہ السلام کہ "ویا قوم اوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولاتبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین" (۷) میں قوم شعیب کے مذکور واقعہ کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں بخس سے مراد دراہم و دنانیر میں کمی' ان کی قطع اور ان میں کھوٹ ملانا ہے جس کی قوم شعیب مرتکب تھی (۸) ۔ امام شوکانی' بروایت ابو العباس ابن سریج قوم شعیب کی کارستانی کا بیان کرتے ہیں کہ:

"قوم شعیب دراہم و دنانیر کے کناروں کو قینچی سے کاٹ کر اس کی قیمت میں کمی کر دیتے تھے اور کٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے خاصا مال بنا لیتے تھے۔ ملک شام میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ قرآن نے آیت "ولا تبخسوا الخ" میں انہیں اسی فعل سے روکا ہے۔ اس ممانعت پر وہ کہنے لگے اے شعیب! کیا تمہاری نمازیں یہ کہتی ہیں کہ ہم اپنے آبائی معبودوں کی پرستش چھوڑ دیں اور اپنے اموال کے معاملے میں اپنی مرضی پر عمل نہ کریں' ..... غرض قوم شعیب باز نہ آئی سو عذاب الٰہی ان کا مقدر بن گیا" (۹) ۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمومی اصل ثابت ہے کہ ہر شے میں غش (ملاوٹ) حرام ہے کیوں کہ اس میں دوسروں کا نقصان ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

"من غش فلیس منا" (۱۰)

اسی طرح احمد' حاکم' ابو داود اور ابن ماجہ نے اپنی مسانید و سنن میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

"ان النبی نھی ان تکسر سکۃ المسلمین الجائزۃ بینھم الا من باس" (۱۱)

(نبی اکرم نے مسلمانوں کے مابین رائج سکے کی کسر سے منع فرمایا ہے بجز شدید ضرورت کے)

علماء نے بخس ☆ اور کسر سکہ کے جرم کو سخت سنگین قرار دیا ہے اور اس کے لئے کڑی سزا تجویز کی ہے۔ قاضی ابو یعلی حاکم کے فرائض بیان کرتا ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حاکم کو چاہئے کہ وہ بازار میں کرنسی سے متعلق بداعتدالیوں سے بے خبر نہ رہے بلکہ ان جرائم کے محرکات کی تفتیش کر کے ذمہ دار عناصر کو سخت سزا دے' انہیں نمونۂ عبرت بنا کر بازاروں میں گھمایا جائے' انہیں محبوس رکھا جائے اور کسی معتمد ماہر فن کو کرنسی کے معاملات کی اصلاح پر مامور کیا جائے تاکہ رعیت کے دنیوی اور دینی امور بہتر ہو سکیں" (۱۲)۔

ان شرعی نصوص سے معلوم ہوا کہ "کسر سکہ" اور "بخس" حاکم و رعیت دونوں کے لئے ناروا ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگوں کے لئے موجب ضرر ہے۔ نیز یہ "اکل اموال الناس بالباطل" کی ایک صریح شکل ہونے کی بنا پر ابواب ظلم میں سے ایک بڑا باب ٹھہرتا ہے۔ امام سیوطی کہتے ہیں کہ:

"حاکم کے لئے مکروہ ہے کہ وہ لوگوں کے مابین جاری معاملے کا ابطال کرے ......اس کے لئے یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ کھوٹ والے دراہم بنائے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو کھوٹ ملائے وہ ہم میں سے نہیں نیز اس لئے کہ اس سے فساد نقود' ضرر اہل حقوق اور قیمتوں کے اضافے وغیرہ جیسے برے نتائج سامنے آتے ہیں" (۱۳)۔

افراط زر دور حاضر میں "بخس" کی ایک شکل ہے جس سے لوگوں کے اموال میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جس طرح آج جدید ٹیکنالوجی کی بدولت بعض اشیاء کے عرق و جوہر کو بایں طور کشید کر لیا جاتا ہے کہ اس شے کی ظاہری شکل و صورت میں تو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی مگر اس کی حقیقی قدر ختم ہو جاتی ہے' بعینہ اسی طرح حکومتیں (۱۴) افراط زر کے ذریعے لوگوں کے اموال کی قوت خرید (Purchasing Power) کو کشید کر لیتی ہیں جس سے زر کی ظاہری ہیئت تو علیٰ حالہٖ قائم رہتی ہے مگر اس کی قدر (Value) گر جاتی ہے۔ اس طرح خصوصاً مؤجل ادائیگیاں (Defferd Payments) سخت ابتری و نقصان کا شکار ہو جاتی ہیں۔

☆ حقوق کی ادائیگی میں کمی

عہد نبوی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رائج الوقت کرنسی کے مابین موجود اختلاف کو ختم کیا اور کیل و وزن کے نظام میں یکسانیت پیدا کی (۱۵) تاکہ حقوق کی ادائیگی میں ظلم و استحصال کی گنجائش نہ رہے اور نزاع باہمی کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ آپ نے ان پیمانوں میں اختلاف کے خطرات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

"انکم قد ولیتم امرین هلکت فیه الامم السالفة قبلکم" (۱۶)

(یعنی دو نازک امور تمہارے سپرد کیے گئے ہیں جن میں بے اعتدالی کی بنا پر گزشتہ امتیں ہلاکت کا شکار ہو چکی ہیں)

حاصل کلام یہ کہ اسلام کی سیاست نقدی (Fiscal Policy) میں یہ بات نہایت اہمیت کی حامل سمجھی گئی ہے کہ کرنسی کی قدر میں استحکام رہے اور افراط زر کے عوامل کی جس قدر ممکن ہو بیخ کنی کی جائے تاکہ حقوق والتزامات میں لوگ ظلم و بخس (۱۷) سے محفوظ رہیں۔

ہمارے ہاں بعض اہل علم اور ماہرین معیشت جو افراط زر کی افادیت کے قائل ہوئے ہیں ان کا نقطۂ نظر در اصل مغربی ماہرین معیشت سے مستعار ہے۔ ہمیں یہ امر قطعاً نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم بحیثیت مسلم اور ایک اسلامی ریاست کے شہری ہونے کے ناطے جس نظریہ و نظام سے وابستہ ہیں وہ ایک غیر اسلامی اور سرمایہ دارانہ سودی نظام سے قطعاً مختلف نوعیت رکھتا ہے۔

افراط زر کے مفاسد ایک غیر سودی نظام میں کہیں زیادہ شدید اور تکلیف دہ واقع ہوئے ہیں۔ سودی نظام میں مؤجل ادائیگیوں کے معاملات تقریباً متاثر نہیں ہوتے، اس لئے کہ قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے زر کی جو قدر گرتی ہے اس کا ازالہ وہاں شرح سود میں اضافے سے کر لیا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ چین میں ۱۹۴۷ء میں، جب افراط زر چھ سو فیصد ۶۰۰% سالانہ تھا، تب بنک ڈیپازٹس پر سود کی شرح دو فیصد روزانہ تھی جو ہر روز مرکب (Compound) ہوتی تھی۔ اسی طرح جنوبی کوریا کی مثال بھی اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہے جہاں کورین جنگ (Korian War) کے فوراً بعد جب افراط زر چالیس ۴۰% فیصد سے سو ۱۰۰% فیصد سالانہ تک پہنچ گیا تو شرح سود پانچ ۵% فیصد ماہانہ ہو گئی (۱۸)۔

غرض ایسے ممالک میں جہاں خاص طور پر آزاد مارکیٹ کا نظام

(Free Market Sytem) رائج ہے وہاں یہ چیز ایک سائنسی فارمولے کے طور پر مسلم ہے کہ جب بھی اشیاء کی قیمت میں اضافہ ہو گا' اس کے ساتھ ہی شرح سود میں بھی اضافہ ہو جائے گا' اور جب قیمتوں میں کمی واقع ہو گی تو یہ شرح خود ہی کم ہو جائے گی۔ قیمتوں اور شرح سود کے اس تعلق کو (Gibson Paradox) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس طرح وہاں قدر زر ہر صورت میں محفوظ رہتی ہے۔

اس تمام صورت حال' اور سودی نظام کے رواج کے باوجود' (جس میں زر کی حقیقی قدر کی بڑی حد تک تامین (Protection) ہو جاتی ہے' مغربی ماہرین معیشت افراط زر کو ایک سنگین مسئلہ سمجھتے ہیں اور اس کے مفاسد سے بچاؤ پر مسلسل تحقیق کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر اس قدر تصنیفات موجود ہیں جن کا شمار بہت مشکل ہے۔ اس تناظر میں ایک مسلم معاشرے اور مسلم معیشت میں کیا یہ مسئلہ غور طلب اور اہمیت کا حامل نہیں ہونا چاہئے جہاں سود جیسا متبادل نظام بھی قابل قبول نہیں؟ ان حالات میں امت مسلمہ کو اس جانب توجہ مبذول کرنی بہت ضروری ہے تاکہ افراط زر کی وجہ سے جن بنیادی اسلامی اصول و ضوابط کی پامالی ہو رہی ہے' ان کا تحفظ ہو سکے۔

جو حضرات افراط زر کی افادیت کے قائل ہوئے ہیں وہ اپنے موقف کے اثبات کے لئے چند فقہی قواعد پیش کرتے ہیں مثلاً:

"الضرر الاشد یزال بضرر الاخف۔"(۱۹)

(شدید ضرر کا ازالہ نسبتاً خفیف ضرر سے کیا جائے گا) نیز

"یتحمل ضرر الخاص بضرر العام۔"(۲۰)

(ضرر عام کے ازالہ کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا)

ان اصول کی روشنی میں وہ یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ حکومت جب افراط زر پیدا کرتی ہے تو اس کے پیش نظر پوری قوم کی بہبود' روزگار کے مواقع میں اضافہ اور ملک کی ہنگامی ضروریات کی تکمیل وغیرہ جیسے اہم امور ہوتے ہیں۔ اس سے ملکی آزادی کے تحفظ کے لئے دفاعی اخراجات کے سلسلے میں بھی خاصی مدد ملتی ہے۔ گویا اس طرح چھوٹے اور خاص نقصان کے بدلے بڑا اور عام فائدہ میسر آتا ہے۔

افراط زر کے حق میں جو یہ موقف اختیار کیا گیا ہے اس کی صحت کا مدار افراط زر پیدا کرنے کے جواز پر ہے۔ اسلام کی سیاست نقدی (Fiscal Policy) میں اس چیز کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ حکومت کو افراط زر پیدا کرنے کے لامحدود اختیار دے دیے جائیں۔ یہ بات بالتفصیل بیان ہو چکی ہے کہ اسلام قدر زر میں ثبات کی تاکید کرتا ہے اور ایسے اسباب و عوامل سے سختی سے منع کرتا ہے جو لوگوں کے اموال میں کمی کا باعث بنیں۔ چنانچہ اس فعل کو "سرقہ" اور "فساد فی الارض" پر محمول کیا گیا ہے۔

یہ درست ہے کہ اسلام نے حکومت کو حسب ضرورت رعیت سے ٹیکس لینے کا اختیار دیا ہے مگر اس کے کچھ اصول و ضوابط ہیں ۔ مثلاً یہ کہ اسلام کی رو سے درست طریقہ یہ ہے کہ ٹیکس لوگوں سے براہ راست وصول کیا جائے۔ نہ یہ کہ اس کے لئے کوئی چور دروازہ اختیار کیا جائے ۔ اسلام کا یہ طرہ اقتیاز ہے کہ وہ ہر طرح کے معاملات میں صفائی اور درستی کی تعلیم دیتا ہے اور کسی بھی ابہام واخفاء کا روا دار نہیں ہے۔

یہاں مزید کچھ امور بھی ناگزیر توجہ کے مستحق ہیں۔

۱۔ ٹیکس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مالداروں سے رقم وصول کی جائے اور اسے فقراء کو منتقل کیا جائے' یا قومی مصالح پر خرچ کیا جائے ۔ یہ چیز زکوۃ سے متعلق اس حدیث نبوی سے بھی مستفاد ہوتی ہے کہ:

"توخذ من اغنیائھم فترد الی فقرائھم۔"[۲۱]

(امیروں سے مال لے کر غریبوں کو لوٹایا جائے)

جب کہ افراط زر کی صورت میں سارے عوام یہ ٹیکس ادا کرتے ہیں بلکہ عملاً ہوتا یوں ہے کہ اس کا شکار زیادہ تر وہ طبقہ بنتا ہے جس سے نہ صرف یہ کہ ٹیکس لینے کا کوئی جواز نہیں بنتا بلکہ صورت یہ ہوتی ہے کہ ایسے لوگ جو خود کوڑی کوڑی کے محتاج ہوتے ہیں اور جن کی کفالت کی ذمہ داری خود حکومت پر عائد ہوتی ہے وہ زیادہ تر یہ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

۲۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ ٹیکسوں کی وصولی کا اختیار صرف حکومت کا ہے حالانکہ افراط زر کا ٹیکس (Inflation tax) ایسا نہیں جس کی وصولی پر حکومت کو مکمل دسترس ہو اور وہ سارے کا سارا حکومت کے حصے (Account) میں جاتا ہو۔ حکومت کے علاوہ مقروض بھی یہ ٹیکس وصول

کرتا ہے۔ اس طرح یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ٹیکس مقروض کا حق ہے چاہے وہ حکومت ہو یا عام شہری۔ اس نظام کے نتیجے میں ٹیکس وصول کرنے کی کئی متوازی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور انفرادی اور ادارتی سطح پر یہ ٹیکس دوسرے لوگ بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

ان اشکالات کی تفصیل اور ثبات قدر کی اسلامی تعلیمات کے بیان کے بعد یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی تاکیدی تعلیمات کے باوجود بھی اگر ملک میں افراط زر کے حالات برقرار رہیں یا ان کا وقوع ناگزیر ہو جائے تو حقوق و التزامات پر پڑنے والے ناگوار اثرات کا مسئلہ کیوں کر طے کیا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس معاشرتی ناسور کو یوں رستا چھوڑ دینا کسی طور بھی قرین مصلحت و صواب نہ ہوگا اور نہ ہی معاشرے کے عام افراد کو ناکردہ گناہ کی سزا دینا اور کچھ لوگوں کو دوسروں کے استحصال کے مواقع فراہم کرنا جائز ہوگا۔ ضروری ہے کہ اس معاشی مفسدہ کا دوطرفہ علاج کیا جائے ۔ جس طرح یہ مناسب نہ ہوگا کہ غربت کے خاتمے کے لئے تقسیم دولت کے غیر منصفانہ نظام کے خاتمے کی کوشش کرتے ہوئے نادار کی مدد سے دست کشی کر لی جائے' اسی طرح یہ بھی بجا نہ ہوگا معاشی نظام سے افراط زر کے عوامل کو ختم کرنے کی مہم میں متاثرین افراط زر کو سرے سے نظرانداز ہی کر دیا جائے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اس کمی اور نقصان کا ازالہ کس کی ذمہ داری ہے جو افراط زر کی وجہ سے روپے کی قوت خرید میں واقع ہوتی ہے اور اس نقصان کی تلافی کی کون سی صورت ایسی ہے جو شرعاً درست ہے؟ یہ امور انتہائی اہمیت کے حامل اور مستقل و اجتماعی بحث و تحقیق کے متقاضی ہیں۔ اس موضوع پر ایک مستقل تحریر بعنوان "کاغذی زر کی نقدی حیثیت' اسلام کا نظریہ تامین قدر اور اشاریہ بندی" ان شاء اللہ "فکر و نظر" کے اگلے شمارے میں شائع ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات

1- *"An Introduction to Money and Banking" Colin D. Campbell and Posemary Campbell, 4th Ed. C.B.S. College Publishing , new yark, 1981, P.447.*

۲- ایضاً

3- *"Money , the Financial System and Monetary Policy": Thomas F. Cargill, Prentice - Hall, U. S. A. 1979, p. 495.*

۴۔ "اعلام الموقعین عن رب العالمین: "ابن قیم' المکتبہ التجاریہ الکبریٰ' القاہرہ' ۱۳۷۴ھ' ج ۲' ص ۱۵۶۔

۵۔ "مجموع الفتاوی": ابن تیمیہ' ریاض' ۱۳۹۸ھ' ج ۲۹' ص ۴۶۹۔

۶۔ "القرآن"' ۷: ۸۵ (ترجمہ۔ "لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو")

۷۔ ایضاً' ۱۱: ۸۵ (ترجمہ۔ "اے قوم! ماپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کی اشیاء میں کمی نہ کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ"۔

۸۔ (i) "مجموع الفتاوی": ج ۲' ص ۲

(ii) "احکام القرآن": ابن عربی' دارالفکر' بیروت' د۔ت' ج ۷' ص ۱۰۶۳

۹۔ "المعیار المعرب و الجامع المغرب": احمد بن یحیی' دارالغرب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۱ھ' ج ۶ ص ۴۰۷

۱۰۔ "صحیح مسلم": الشعب' قاہرہ' د۔ت' ج ۱' ص ۹۹

۱۱۔ (i) "سنن ابی داود": دار احیاء السنتہ النبویہ' ج ۹ ص ۳۱۸

(ii) "مسند احمد بن حنبل": المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ ط۲' ج ۲' ص ۴۱۹

(iii) "سنن ابن ماجہ": داراحیاء الکتب العربیہ' قاہرہ' ج ۲' ص ۷۶۱

۱۲۔ "الاحکام السلطانیہ": ابو یعلی' دارالفکر' بیروت' ۱۳۷۴ھ' ص ۱۷۹۔۱۸۰

۱۳۔ "الحاوی": السیوطی' مکتبتہ التجارتہ الکبریٰ' القاہرہ' ط ۳' ۱۹۵۹ء' ج ۱' ص ۱۰۰

۱۴۔ جو بالعموم افراط زر کے بڑے عوامل میں شمار ہوتی ہے۔

۱۵۔ (i) "جامع ترمذی": محمد بن عیسیٰ' مطبعہ المدنی' مصر' ۱۳۸۳ھ' ج ۴' ص ۴۰۸

(ii) "مسند احمد": ج ۲' ص ۲۶۲

(iii) "صحیح مسلم": ج ۴' ص ۲۲۲۰

۱۶۔ جامع ترمذی: داراحیاء التراث العربی' بیروت ج ۳' ص ۵۲۱

۱۷۔ صاحب تفسیر "المنار" لکھتے ہیں کہ "بخس" کا مفہوم کیل و وزن سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اس کا اطلاق

ہر طرح کے دیون و بیوع اور ان تمام طریقوں اور حیلوں پر ہے جن سے حقوق میں نقص پیدا ہوتا ہے۔
("تفسیر المنار": رشید رضا، مطبعہ دار المنار، مصر، د۔ت، ج ۸، ص ۳۶۸)

۱۸۔ An Introduction to Money and Banking : P• 46.

۱۹۔ مجلہ الاحکام العدلیہ: لجنہ مولفہ من العلماء، مکتبہ النھزہ، بیروت، ص ۲۷

۲۰۔ ایضاً: دفعہ ۲۶

۲۱۔ مسند احمد: ۵، ص ۳۶۹